

نااہلیت، کرپشن سے بڑا جرم ہے؟

بر صغیر میں گز شنہ ڈھائی ہزار سال میں کرپشن سے پاک، ایک پل بھی نہیں آیا۔ تاریخ اور دلیل کے تناظر میں پرکھیں تو مسلمان اور ہندو بادشاہوں کے مزاج میں کوئی فرق نہیں تھا۔ مذہبی تفریق صرف رعایا کیلئے اہم تھی۔ حکمران پرکسی قسم کی کوئی قدغن نہیں تھی۔ شائد آپکو میری بات غیر مناسب لگے۔ مالیاتی کرپشن کے خلاف فلسفہ، مغرب میں ایک عظیم جدوجہد کے بعد سامنے آیا۔ حکمرانوں کو جواب دہ کرنے کیلئے رعایا نے بے مثال قربانیاں دیں۔ حکومت کو کسی بھی عقیدہ یا مذہبی عقیدے سے جدا کر کے وہ معاشرے قائم کیے گئے، جہاں قانون کی حکمرانی، ایمانداری اور بے لگ احتساب ہو۔ جو ہری طور پر مغربی ممالک کی بے مثال ترقی کی فکری بنیاد بھی یہی جدوجہد تھی۔ آج برتاؤ، امریکہ، فرانس اور جاپان ترقی کے وہ خواب ہیں جنکا ممکن ازکم ہم لوگ تصور نہیں کر سکتے۔ عرض ہے کہ برصغیر اس طرح کے فکری اور معاشی انقلاب سے نہیں گزر رہا، جس سے یورپ بڑی مشکل سے گزرا تھا۔ اسی وجہ سے ہماری سوچ مہذب دنیا سے پچھے رہ چکی ہے۔

کرپشن کے متعلق بات کرنا از حد آسان ہے۔ ملک میں ہر انسان کا ایمان کی حد تک عمل ہے کہ دوسرے کی کرپشن کو سامنے ضرور لا جائے۔ مگر کوئی بھی اپنی کمزوریوں کو احتساب کیلئے پیش نہیں کرتا۔ یہ دومنی رو یہ ہمارے ہر طرف موجود ہے۔ چلیے، مان لیجئے کہ کرپشن بہت مہیب جرم ہے۔ مگر ذرا دیکھیے کہ اسکے متعلق برصغیر کے قدیم ترین فلسفی، چانکیہ نے ہزاروں برس پہلے کیا کہا تھا۔ "خطے میں رعایا کی حالت بہت خراب ہے۔ سرکاری عمال پیسے لیے بغیر کسی کا کوئی کام نہیں کرتے۔ اس درجہ مالی کرپشن ہے کہ عام لوگ بدحال ہو چکے ہیں۔ لگتا ہے کہ سرکاری ملازمین کیلئے کرپشن ایسی ہی اہم ہے جیسے محفلی کیلئے پانی۔" ہزاروں برس پہلے یہ اس فلسفی نے اپنی کتاب "آرٹھاشتر" میں لکھا تھا۔ حیرت اس نکتے پر بھی ہے کہ حکمرانوں کیلئے کسی قسم کی بھی پابندی نہیں لگائی گئی۔ وہ ملک کی ہر چیز کا مالک تھا۔ جس میں دولت، زمین، خواتین، زرعی اجناس سب کچھ شامل تھا۔ اس قیامت خیز مرکزیت کو صرف اور صرف مغربی فلسفیوں نے چیلنج کیا اور پھر اس مفروضے کو پاٹ کر دیا۔ برصغیر کسی بھی وجہ سے جدید فکر اپانہ نہیں سکا۔ یہ ہماری بد فتنتی کا تسلسل ہے۔ ماضی کے حکمران دنیا کے امیر ترین لوگ تھے۔ ویسے ہزاروں برس کی اس فتح روایت کا تسلسل ہمارے ملک میں قائم و دائم ہے۔ چانکیہ جس کرپشن کا ذکر کر رہا تھا۔ اگر آج وہ زندہ ہوتا تو شائد ہمارے حالات دیکھ کر باولا ہو جاتا۔ کیونکہ مالیاتی اور سماجی کرپشن بڑھی ہے۔ کم ہر گز ہر گز نہیں ہوئی۔ رعایا جسے اب خوش کرنے کیلئے عوام کا نام دیا گیا، تقریباً ماضی جیسی بدحالی میں ہی سانس لے رہی ہے۔ اسکا کیا مطلب ہوا۔ دلیل کی بنیاد پر دیکھیں تو صاف نظر آ جاتا ہے کہ ہمارے خطے میں جس میں پاکستان شامل ہے، مالیاتی کرپشن کسی صورت میں بھی ختم نہیں ہوگی۔ جتنی حکومتی سختی کی جائیگی، یہ کسی نئی صورت میں بڑے آرام سے پھیلتی پھولتی رہیگی۔ اسکی سمت بھی تبدیل ہو جائیگی۔ مگر یہ قائم رہیگی۔ اسکی واحد وجہ وہ عظیم سماجی اور فکری تجربہ ہے جس سے مغرب تو گزر رہے مگر ہم لوگ نہیں گزر پائے۔ آپکا دل رکھنے کیلئے بیکاری بات لکھ دیتا ہوں کہ شائد کرپشن کچھ کم ہو جائے۔

آج کا موضوع بالکل مختلف ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ ہمیں برباد کرپشن نے کیا ہے یا نااہلی نے۔ دونوں میں سے کس نے ہمیں ترقی کرنے سے روک دیا ہے۔ چیلے، کرپشن کو انیس بیس کم کر دیجئے۔ مگر نااہلی کا کیا مداوا کریں گے۔ اس پر تو کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ ہمارے ہاں، صبح سے رات گئے تک، میڈیا میں ہٹ بونگ پھی ہوتی ہے۔ ہر بات ہوتی ہے۔ مگر آج کسی نے بھی حکومتی، اپوزیشن یا کسی بزر جمہر کی انفرادی اور قومی مزاج میں اہلیت کے نہ ہونے کا ذکر نہیں کیا۔ بات تک نہیں کی۔ ذکر نہ ہونے کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ملک میں اہلیت کی کوئی تعریف ہی موجود نہیں ہے۔ چنانچہ اسکی نفی میں کیا پیش کیا جا سکتا ہے۔ طالب علم کی دانست میں ہمارا بینادی مسئلہ حکمرانوں اور رعایا کی اکثریت میں اہلیت کی صفت کا نہ ہونا ہے۔ کامل تو صرف خدا کی ذات ہے مگر قیامت یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں اہلیت کے نہ ہونے کے متعلق کسی کو کوئی فکر نہیں ہے۔ کوئی اس اہم جزو پر بات کرنے کیلئے تیار نہیں۔ پورا نظام ہی اہلیت کے متضاد قائم ہے۔ یہاں کسی بھی طرح سے اوسط درجے کی سوچ سے بالاتر ہونا جرم ہے۔ ایک ایسا جرم جسکی آن دیکھی سزا موت سے بھی بدتر ہے۔ مثال دیکرو اخراج کرنا چاہتا ہوں۔ قائد اعظم ایک انتہائی اہلیت والے انسان تھے۔ اسکی بڑی وجہ انگلی مغربی تربیت تھی جس نے انہیں قانون کی حکمرانی، قویت، بالادستی اور انصاف کا سبق سکھایا۔ جب لکنداں میں قانون کی تعلیم حاصل کرنے گئے تو انکے آبائی وطن میں مندرجہ بالا صفات بالکل ہی موجود نہیں تھیں۔ قائد اعظم کے افکار، دراصل مغربی، سیاسی اور سماجی تہذیب کے ان اصولوں سے کشید ہوئے جس نے انہیں ایک عظیم انسان بننے میں مدد دی۔ ہاں، آہستہ آہستہ ان پر مذہبی اقدار نے بھی اثر کرنا شروع کر دیا جو کہ ایک فطری عمل ہے۔ تحریہ فرمائیے۔ جناح صاحب کی پوری سیاسی اور سماجی ٹیم میں کس طرح کے لوگ شامل تھے۔ اکثر مغربی اعلیٰ تعلیم یافتہ وہ لوگ تھے جنہیں اندازہ تھا کہ پوری دنیائی سمیت میں جا رہی ہے۔ انہی لوگوں نے پاکستان بنایا۔ مشکل بات یہ ہے کہ صرف چند برسوں میں متعدد وجوہات کی بدولت ہمارے عظیم ملک کی فکری بنیاد کو قدامت پسندی سے جوڑ دیا گیا۔ افسوس یہ بھی ہے کہ ہمیں حد درجہ فرسودہ روایات کا عادی بنادیا گیا۔ آہستہ آہستہ ہمارے ذہنوں میں یہ امر بٹھا دیا گیا کہ جدت پسندی ایک ادنیٰ چیز ہے۔ مذہبی سوچ اور سیکولر سوچ کے درمیان اس درجہ تفریق کر دی گئی کہ ہماری زندگیاں ہی متفق طور پر تبدیل ہو گئیں۔ یہیں سے نااہلی کی اس قیامت نے جنم لیا جو آج ہمارے پورے نظام کی بنیاد ہے۔ آج ہمارا ملک حد درجہ نااہلیت کی جیتی جاگتی مثال ہے۔ دورست جائیے۔ ہم تو لاہور کا کوڑا تک خود نہیں اٹھاسکتے۔ ایسی عظیم سائنسی درسگاہیں نہیں کھول سکے، جو دنیا کیلئے قابل توجہ ہوں۔ اپنے اداروں کو درست نہیں کر پائے۔ انصاف کے اصول پر ملک کو استوار نہیں کر پائے۔ ہاں، صرف نعرے لگانے میں کامیاب ہوئے۔ ہمارا پورا معاشرہ، نااہلی کو قبول کر چکا ہے۔ ایسے ہی جیسے سزاۓ موت کا قیدی موت کو قبول کر لیتا ہے۔

ستر برس کے طویل سفر میں اگر کرپشن کی داستانیں پھیلی ہوئی ہیں تو اہلیت کے نہ ہونے کی طسم ہوش ربا حصہ بھی موجود ہیں۔ مگر ان کا ذکر کوئی نہیں کرتا۔ کرپشن پر تو ہم دوسرے کی برائی سمجھ کر تنقید کرتے ہیں۔ مگر دوسری علت کا ذکر نہ کرنا، ہمارے ناکام ہونے کی بھر پور دلیل ہے۔ کسی بھی طبقے کے متعلق بات کر لیجئے۔ حالات بالکل یکساں ہیں۔ سیاستدانوں کا ذکر پہلے کریں۔ کیونکہ یہ قسمتی سے ہمارے مقدر کے ماں کے بن چکے ہیں۔ پچھلے میں پچس سال کے صدور، وزراء اعظم، وزراء اور وزراء اعلیٰ کی جانب غور سے

دیکھیے۔ معلوم ہو جائیگا کہ کیا گزارش کر رہا ہوں۔ نام نہیں لکھنا چاہتا۔ مگر کیا واقعی ہم اتنے ادنیٰ حکمرانوں کے حقدار ہیں۔ طالب علم اسے قسمت کا لکھا نہیں سمجھتا۔ اسکی بہت بڑی وجہ ہماری قومی کاناں اہلی اور مقدر پرشاکر ہونے کی وہ دلیل ہے جسے تقلید نے ہماری روح کا حصہ بنادیا ہے۔ ہم کسی طرح کے بڑے امتحان میں سے گزرنا ہی نہیں چاہتے۔ عظیم جدوجہد مغرب نے کی تھی، وہ تو دور کی بات۔ ہم تو اسکا عشرہ عشیر کرنے کو بھی تیار نہیں ہیں۔ سیاست کو چھوڑ دیجئے۔ اہل علم کی بات کریں۔ سوال ہے۔ سعادت حسن منشوجیسا بلند ادیب دوبارہ کیوں نہیں پیدا ہوا۔ چلیے، اس سطح کا نہیں تو اسکا دس فیصد تک بھی کچھ سامنے آ جاتا۔ ویسے منٹو کے ساتھ جو کچھ ہمارے منافق معاشرے نے کیا، وہ بھی ظلم، جبرا اور ادنیٰ پن کی ایک انٹ دلیل ہے۔ منٹو غیر معمولی الہیت کا حامل تھا۔ لازم ہے کہ لیاقت اور جدیدت کے امتزاج کو روایت پسندی کے پنجرے میں جکڑا ہی نہیں جاسکتا۔ منٹو کو ہر قسم کے ظلم اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ تحقیق اور سائنس کے مشکل میدان کی طرف آئیے۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی الہیت کا دوسرا سائنسدان ہم کیوں پیدا نہیں کر پائے۔ معاشرے نے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے انکی عظیم تحقیق کو بالکل نہیں سراہا۔ اس سے زیادہ ادنیٰ پن مزید کیا ہوگا۔ سائنسدان اور سائنس کا تو کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ کیا کسی نے بھلی، کار، ائیر کنڈیشنر، سائیکل اور اس طرح کی ہزاروں جدید اشیاء کو صرف اس وجہ سے رد کیا ہے کہ یہ تمام غیر مسلموں نے تخلیق کی ہیں۔ مگر ہم نے اپنے ملک سے تعلق رکھنے والے بڑے سائنسدان کو ہر طرح سے ذلیل کرنے کی کوشش کی۔ چلیے، اس سوال کو رہنے دیجئے۔ ہمارا سماج، اسی الہیت کا دوسرا سائنسدان دوبارہ کیوں پیدا نہیں کر سکا۔ اسیے کہ پورے نظام میں اہل انسان کو آگے آنے کی اجازت ہی نہیں ہے۔

غور فرمائیے، کہ ہم مذہبی حوالے سے بھی ہر اس عالم کے خلاف ہیں جو اسلام میں جدیدت کا قائل ہے۔ دلیل پر بات کرنے اور سمجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ جاوید غامدی کو پورا عالم اسلام ایک مستند عالم تسلیم کرتا ہے۔ مگر ہمارے علماء کی اکثریت غامدی صاحب کے افکار کی لنفی کرتی ہے۔ مشکل بات یہ ہے کہ غامدی کی سوچ اور بیان کے سامنے کوئی نیابیانیہ سامنے نہیں لاتے۔ دراصل پورا معاشرہ اوسط درجے کا بنا دیا گیا ہے۔ ہمارے شعور اور سوچ کو مقید کر دیا گیا ہے۔ جدید رجہنات پر بات کرنے کو بر اسمجھا جاتا ہے۔ کرپشن تو اس ملک میں ہزاروں برس سے ہے اور کسی نہ کسی صورت میں رہے گی۔ مگرنا اہلی اتنا شدید مسئلہ ہے جس نے ہماری ملکی بنیاد، ہی پانی پر استوار کرتی دی ہے۔ نا الہیت، کرپشن سے بہت بڑا جرم ہے۔ مگر اس پر کوئی بات ہی نہیں کرتا۔ شائد کریا گا بھی نہیں!

راو منظر حیات